سوال

(379) مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بتکرارِ جماعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بتکرارِ جماعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اہل حدیث کی اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے، کہ ایک ہی نماز کی متعدد جماعتیں قائم ہوتی ہیں اور جماعت کرانے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اپنے ذاتی شغل کو دعوت الی ا (اذان) سے مقدم گردانتے ہیں۔ کبھی تو وہ چند گاہکوں کی امید میں دکان پر بیٹھے رہتے ہیں اور کبھی ٹی وی ڈرامے یا میچ پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور کبھی انھیں دوستوں کی محفل سے نماز کی خاطر اٹھنا گراں معلوم ہوتا ہے، اور وہ یہ سوچ کر کہ خیر ہے، دوسری یا تیسری جماعت کرالیں گے۔ پہلی یعنی حقیقی جماعت میں شمولیت سے محروم رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا سہارا یہ روایت بنی ہوئی ہے کہ

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ظہر کی نماز پڑھا چکے تھے، کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے فلاں! تجھے جماعت سے کس چیز نے روکے رکھا؟

تو اس نے کوئی وجہ بیان کی۔ راوی بیان کرتا ہے، کہ اس نے نماز پڑھنی شروع کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے، جو اس پر صدقہ کرے؟ اس طرح کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔ تو ایک آدمی اس کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ (رواہ احمد بحوالہ سبل السلام: ۲/۳) السنن الکبری للبیھقی، باب الجَمَاعَةِ فِی مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّیَ فِیهِ إذَا لَمْ...الخ، رقم: ۵۰۱۲

اور اس کی تائید میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل پیش کیا جاتا ہے۔

'أَنَّهُ دَخَلَ مَسْجِدًا قَدْ صَلّوْا فِیهِ، فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ بِهِمْ، وَأَقَامَ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً' (رواہ البیھقی بحوالہ تمام المنة علی فقہ السنة)

''وہ مسجد میں داخل ہوئے جہاں نمازی نماز پڑھ چکے تھے تو انھوں نے ایک آدمی کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان اور تکبیر کہی پھر انھوں نے ان کو جماعت کرائی۔''

بعض روایات میں ہے کہ آپ قریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ بنو سلمہ سے گزرے جہاں نمازی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرچکے تھے۔ تو آپ نے وہاں اذان کہلوائی اور جماعت کرائی۔

اگر معاملہ یہاں تک رہتا تو خیر تھی کہ اگر کوئی شرعی امر یا سفر درپیش آجائے تو دوبارہ جماعت کرالی جاتی۔ لیکن معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے، کہ ہمارے اہلِ حدیث خیال کے تبلیغی دوست پیر محمد علی چشتی بیان کرتے ہیں کہ ہم افریقی ملک کے دورے پر تھے، کہ وہاں کی مساجد میں عجیب معاملہ دیکھنے میں آیا، کہ بعض دفعہ ظہر کی جماعت اذانِ عصر تک جا پہنچتی تھی اور عصر کی جماعت قریب مغرب جا پہنچتی وہ اس طرح کہ اصلی یا حقیقی جماعت سے جن نمازیوں کی رکعات رہ جاتی ہیں، وہ انھیں پورا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، تو اپنے میں سے کسی ایک مسبوق کو آگے دھکیل دیتے ہیں۔ وہ مسبوق ان کا امام بن جاتا ہے اور باقی مسبوق مقتدی بن جاتے ہیں۔ کسی کی ایک رکعت اور کسی کی دو تو کسی کی تین رکعات فوت ہوئی ہوتی ہیں، جب مسبوق امام سلام پھیرتا ہے تو جن کی رکعات امام کے ساتھ پوری ہو جاتی ہیں، وہ سلام پھیرتے ہیں اور جن کی رکعات باقی رہتی ہیں، وہ ادا کرنے کھڑے ہوتے ہیں، تو بعد میں وضو کرکے آنے والے نمازی ان مسبوقین میں کسی کو آگے دھکیل کر اپنا امام بنا لیتے ہیں، اور باقی مسبوقین کے ساتھ صف بنا لیتے ہیں۔ جب دوسرا مسبوق امام سلام پھیرتا ہے، تو بعد والے مسبوق مقتدی صاحبان کھڑے ہو کر اپنی رکعت پوری کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اتنے میں لیٹ ہو جانے والے دوسرے نمازی وضو کرکے ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسبوقین میں سے کسی کو آگے دھکیل کر یا باقی مسبوقین کو پیچھے کھینچ کر صف بنا لیتے ہیں۔ اس طرح جماعت کا یہ سلسلہ لگاتار عصر تک جاری رہتا اور عصر کی جماعت کا مغرب تک اور مغرب کا عشاء تک جاری رہتا اور سب کی دلیل صرف ایک ہی حدیث ہے کہ ''اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی هٰذَا فَیُصَلِّیَ مَعَہٗ؟''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آپ نے یہ بات کہی تھی۔ کیا انھوں نے بھی ساری زندگی ایسا طریقہ جاری رکھا، کہ پانچوں وقتوں کی نمازوں کی کئی کئی جماعتیں کرواتے تھے۔ یا اسی طرح صدقے کرتے رہتے تھے جس طرح ہمارے افریقی مسلمان دوست کرتے ہیں، یا وہ جماعتِ اصلیہ سے ملتے تھے اور جو رہ جاتے تھے، وہ اپنی الگ نماز ادا کرتے تھے؟ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُسوہ اسی طرح ہمارے سامنے ہے، کہ وہ اگر جماعت سے رہ جاتے تو دوبارہ جماعت کھڑی کرنے کی بجائے الگ الگ نماز ادا کر لیتے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

'كَانَ اَصحَابُ مُحَمَّدٍ اِذَا دَخَلُوا المَسجِدَ، وَقَد صُلِّیَ فِیہِ صَلَّوا فُرَادیٰ 'مصنف ابن ابی شیبۃ، مَنْ قَالَ : یُصَلُّونَ فُرَادَی، وَلَا یَجْمَعُونَ، : ۲/۲۲۳، رقم : ۷۱۱۱

''اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب ایسی مسجد میں داخل ہوتے جہاں جماعت ہو چکی ہوتی، تو وہ الگ الگ نماز ادا کرتے۔''

اسی طرح طبرانی کبیر میں ہے کہ

'اَنَّ عَلقَمَۃَ، وَالاَسوَدَ اَقبَلَا مَعَ ابنِ مَسعُودٍ اِلَی المَسجِدِ، فَاستَقبَلَھُمُ النَّاسُ، وَقَد صَلَّوا فَرَجَعَ بِھِمَا اِلَی البَیتِ، ثُمَّ صَلّٰی بِھِمَا 'معجم الکبیر للطبرانی، رقم : ۹۳۸۰) بسند حسنٍ عن ابراہیم

''حضرت علقمہ اور اسود دونوں حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد کی طرف آرہے تھے کہ انھیں لوگ اس حال میں ملے کہ وہ مسجد میں نماز پڑھ چکے تھے تو آپ ان دونوں کو لے کر گھر آگئے اور جماعت کرائی۔''

اگر ایک مسجد میں دوبارہ جماعت کرانا مطلقاً جائز ہوتا تو حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں ہرگز جماعت نہ کراتے، حالانکہ مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گھر میں نماز ادا کرنا، ان کا ذاتی اجتہاد نہیں، بلکہ سنتِ رسول کی اتباع ہے۔ چنانچہ طبرانی اوسط میں عبدالرحمن بن ابی بکرہ سے مروی ہے۔

'اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ اَقبَلَ مِن نَوَاحِی المَدِینَۃِ یُرِیدُ الصَّلٰوۃَ، فَوَجَدَ النَّاسَ قَد صَلُّوا۔ فَمَالَ اِلٰی مَنزِلِہٖ فَجَمَعَ اَہلَہٗ فَصَلّٰی بِھِما 'معجم الاوسط للطبرانی، رقم : ۴۷۳۹، وقال الھیثمی : وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ وَقَالَ الاِمَامُ ناصر الدین الالبانی فی تمام المنۃ وھو حَسَنٌ، ص : ۱۵۵

''رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے نمازِ فرض کے لیے مسجد کی طرف آرہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ نماز ادا کر چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آگئے اور گھر والوں کو جمع کرکے انھی کے ساتھ نماز ادا کی یعنی جماعت کرائی۔''

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ خیر القرون کے اسلافِ کرام کا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ

‘وَاِنَّا قَدْ حَفِظْنَا اَنْ قَدْ فَاتَتْ رِجَالًا مَعَہُ الصَّلٰوۃُ فَصَلّوا بِعِلْمِہٖ مُنْفَرِدِینَ، وَقَدْ کَانُوا قَادِرِینَ عَلٰی اَنْ یَّجْمَعُوا، وَاَنْ قَدْ فَاتَتِ الصَّلٰوۃُ فِی الْجَمَاعَۃِ قَوْمًا، فَجَاءُوا الْمَسْجِدَ فَصَلّٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ مُنْفَرِدًا، وَاِنَّمَا کَرِھُوا لِئَلَّا یَجْمَعُوا فِی مَسْجِدٍ مَرَّتَیْنِ ‘کتاب الام: ۱/۱۳۶

’’ہم نے یہ بات خوب یاد رکھی ہے کہ ان میں سے جو آدمی جماعت سے رہ جاتے، وہ آپ کے علم کے باوجود الگ الگ نماز ادا کرتے۔ حالانکہ انھیں جماعت کرانے پر قدرت حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک مسجد میں دو مرتبہ جماعت کرانے کو مکروہ سمجھا تھا۔‘‘

چنانچہ اس مسئلہ پر امام شافعی رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ بھی پڑھنے کے قابل ہے فرماتے ہیں: کہ

’’اگر کسی مسجد میں امام راتب ہو اور کسی آدمی یا چند آدمیوں کی نماز باجماعت فوت ہو جائے تو انھیں الگ الگ پڑھنی چاہیے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ وہ جماعت کرائیں۔ اگر وہ جماعت کرائیں تو نماز ہو جائے گی۔۔۔۔ میں تو صرف اسی بناء پر دوبارہ جماعت کو پسند نہیں کرتا کہ ہمارے اسلاف کرام (صحابہ و تابعین) رحمتہ اللہ علیہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔‘‘

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: کہ میرے خیال میں ان کے مکروہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے، کہ مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو جائے گی اور کوئی ایک یا کئی آدمی جان بوجھ کر جماعت سے پیچھے رہ کر دوسرے امام کے پیچھے نماز ادا کریں گے، تو اس طرح مسلمانوں کا کلمہ متفرق ہو جائے گا اور یہ مکروہ ہے اور میں دوبارہ جماعت کرانے کو اس مسجد میں مکروہ سمجھتا ہوں جہاں امام راتب اور موذن موجود ہو۔ لیکن جو مسجد راستے پر یا کسی کونے پر ہو اور وہاں امام اور موذن متعین نہ ہو اور مسافر و غیر مسافر وہاں نماز ادا کرتے ہوں یا سستا لیتے ہوں، تو وہاں دوبارہ جماعت مکروہ نہیں۔ (انتہی ملخصًا) کتاب الاُم: ۱/۱۳۶۔۱۳۷

امام شافعی اور جمہور علمائے اسلام کے موقف کے حق میں علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

‘وَبِالْجُمْلَۃِ فَالْجُمْھُورُ عَلٰی کَرَاھَۃِ اِعَادَۃِ الْجَمَاعَۃِ فِی الْمَسْجِدِ بِالشَّرْطِ السَّابِقِ وَھُوَ الْحَقُّ، وَلَا یُعَارِضُ ھٰذَا الْحَدِیثُ الْمَشْھُورُ (اَلَا رَجُلٌ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّی مَعَہٗ) ‘تمام المنۃ، ص: ۱۵۷

’’خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ دین کی اکثریت شرطِ سابق کے ساتھ ایک مسجد میں (ایک نماز) کی دوبارہ جماعت کو مکروہ کہتے ہیں اور یہی حق ہے اور مشہور حدیث جس میں ذکر ہے کہ کوئی کھڑا ہو اور اس پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے۔ اس فتوے کے معارض نہیں ہے۔‘‘

آگے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے جو آپ کے ساتھ نماز ادا کر چکے تھے کسی ایک کو ترغیب دلائی کہ وہ اس آدمی کے پیچھے نفل ادا کرے تو یہ مسئلہ مفترض کے پیچھے متنفل کی نماز کا ہے اور بحث اس مسئلہ میں ہے، کہ آیا مفترض کی نماز مفترض آدمی کے پیچھے دوبارہ جماعت کی شکل میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت کو ’’یَتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا‘‘ والی شکل پر قیاس کرنا، کئی وجوہات سے قیاس مع الفارق ہے۔‘‘

اس مسئلے کے متعلق دورِ حاضر کے جلیل القدر محدث اور نامور مفکر اسلام علامہ احمد محمد شاکر مصری رحمہ اللہ کا موقف بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ آپ امام شافعی کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس مسئلے میں صحیح اور جلیل القدر موقف امام شافعی کا ہے اور دور رس نگاہ، گہرا فہم، اسلام کے مقاصد اور اس کی روح کا گہرا مشاہدہ کرنے والی عقل اسی موقف کے درست ہونے کی خبر دیتی ہے۔

کیونکہ اسلام کا پہلا بلکہ اعلیٰ اور اشرف مقصد، کلمۃ ا کو بلند کرنا اور اس کے لیے مسلمانوں کے دلوں کو ایک کلمے اور ایک مقصد پر جمع کرنا ہے۔ نماز باجماعت ادا کرنے اور صفوں کو درست رکھنے میں بنیادی حکمت یہی ہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُم، أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُم' صحیح مسلم، باب تسویة الصفوف، وإقامتها...الخ، رقم: ۴۳۶

''تم اپنی صفیں درست کرو ورنہ ا تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔''

اور اسلام کے اس مقصد کا ادراک وہی کر سکتا ہے جس کی بصیرت کو ا نے ''تفقہ فی الدین'' اور بحرِ شریعت کے موتی چننے اور اس کے اعلیٰ مقاصد تک رسائی حاصل کرنے کے لیے روشن کر رکھا ہو۔ جیسے امام شافعی اور جمہور ائمہ دین۔ (رحمتہ اللہ علیہم)

اور مسلمانوں نے اپنی نمازوں کے کئی کئی جماعتوں کے نتائج آنکھوں سے دیکھ لیے ہیں اور اپنی صفوں کے اضطراب کو محسوس کر لیا ہے اور اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیا ہے۔ ہاں! جس شخص کے حواس باطل اور ناکارہ ہو چکے ہیں اور جس کی آنکھ پر ا نے پردہ ڈال دیا ہے اس کے لیے یہ المیہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔

آپ بارہا مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہو کر دیکھتے ہوں گے کہ ایک قوم جماعت ترک کر کے گوشے میں بیٹھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے خیال میں سنت کی طلب میں اپنے لیے الگ جماعت کرواتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہماری جماعت دوسرے کی جماعت سے افضل ہے۔ اگر یہ قوم واقعی اپنے دعوے میں سچی ہو تو بھی انھوں نے الگ جماعت کروا کر ایسا گناہ کیا جو ان کی اصل نماز کا ثواب بھی لے گیا اور انھیں یہ بات قطعاً نفع نہ دے گی کہ فلاں مسلک یا جماعت کے لوگ سنن یا مندوبات کے تارک ہیں۔

آپ بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھیں گے کہ وہ مسلمانوں کی مساجد سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور انھیں دکھ دینے کے لیے الگ مسجدیں بناتے ہیں۔ ہم ا سے نیکی کی توفیق اور گناہ سے بچنے کا سوال کرتے ہیں اور یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے کلمے پر متحدہ ہونے کی ہدایت دے۔ کیونکہ وہ دعا سننے والا ہے۔ تعلیقات سنن ترمذی: ۴۳۱/۱

باقی رہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فعل تو اس کے متعلق علامہ البانی فرماتے ہیں کہ وہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر قابلِ استدلال نہیں۔

۱۔ اس لیے کہ وہ موقوف ہے۔

۲۔ ان سے زیادہ فقیہ اور بلند رتبہ والے صحابی حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل ان کے خلاف ہے۔

۳۔ حضرت عبدا بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل عین سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے۔ تمام المنة علی فقہ السنة، ص: ۱۵۶

ممکن ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایسی مسجد کے پاس سے گزرے ہوں جس میں موذن یا امام راتب موجود نہ ہو۔ دوسری روایات میں آتا ہے کہ آپ قریباً بیس آدمیوں کے ہمراہ مسجد بنو سلمہ کے پاس سے گزرے تھے تو آپ نے اذان کہلوائی اور جماعت کروائی۔ اس صورت میں باہر سے آنے والے مسافروں کی جماعت کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے لیکن مطلقاً نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک مسجد میں ایک نماز کی متعدد جماعتوں کو دستور العمل نہیں بنایا، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور نہ آپ کی زندگی کے بعد۔ (وا أعلم وعلمہ أتم)

مزید وضاحت (از: حافظ ثناء ا، مدنی)

مسئلہ ہذا کی جو تصویر عزیز مولانا عبد الجبار سلفی نے پیش کی ہے، واقعی قبیح شکل ہے جس سے موافقت نہیں کی جا سکتی۔ لیکن جہاں تک اصل مسئلہ میں جواز کا پہلو ہے، سابقہ مستندات کے پیش نظر اس میں تو کلام نہیں ہونا چاہیے۔ پھر سطور بالا میں علامہ البانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے جو اشکال پیش کیا گیا ہے، اس کا جواب علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں! ''اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے، کہ یہاں پر اقتداء متنفل کی مفترض کے ساتھ پائی گئی اور اس میں کلام نہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ اقتداء مفترض کی مفترض کے ساتھ مسجد واحد میں بہ تکرار جماعت جائز ہے یا نہیں؟

تواس کا جواب یہ ہے کہ

’أَقوالُ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی ہٰذَا فَیُصَلِّی مَعَہٗ، وَأَیُّکُم یَتَّجِرُ عَلٰی ہٰذَا، وَمَن یَّتَّجِرُ عَلٰی ہٰذَا فَیُصَلِّی مَعَہٗ، وَاَلَا رَجُلٌ یَقُومُ فَیَتَصَدَّقُ عَلٰی ہٰذَا فَیُصَلِّی مَعَہٗ‘ السنن الکبرٰی للبیهقی، بَابُ الجَمَاعَةِ فی مَسجِدٍ قَد صُلِّیَ فِیہِ اِذَالَم...الخ، رقم: ۵۰۱۳، ۵۰۱۲

عموم پر دلالت کرتے ہیں، خواہ مقتدی متصدق متنفل ہو یا مفترض اور اگرچہ اس واقعۂ خاص میں متصدق اس کا متنفل ہوا، مگر یہ خصوصی موردقادحِ عموم کا نہ ہوگا۔

اوّل اس پر یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو منجملہ رواۃ اس حدیث کے ہیں، انھوں نے بھی یہی عموم سمجھا۔ چنانچہ انھوں نے بعد وفاتِ رسول ا صلی اللہ علیہ وسلم کے جماعت ثانیہ اقامت کے ساتھ قائم کی اس مسجد میں جہاں جماعت اولیٰ ہو چکی تھی۔ صحیح بخاری کے ''باب فضل صلاۃ جماعۃ'' میں ہے :

’وَجَاءَ أَنَسٌ اِلٰی مَسجِدٍ قَد صُلِّیَ فِیہِ۔ فَأَذَّنَ، وَأَقَامَ، وَصَلّٰی جَمَاعَةً‘ اِنتَہٰی۔ صحیح البخاری، بَابُ فَضْلِ صَلَاۃِ الجَمَاعَةِ قبل رقم ۶۴۵

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کا وصل نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں : حاصل کلام یہ ہوا کہ سات صحابہ حضرت ابو سعید خدری، انس بن مالک، عصمہ بن مالک، سلمان، ابوامامہ، ابو موسیٰ اشعری اور الحکم بن عمیر رضی اللہ عنہم نے اس واقعہ کو رسول ا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بموجبِ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ اس کے نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں جہاں جماعت اولیٰ ہو چکی تھی اور اطلاق اس پر جماعت کا ہو گا کیونکہ ''اَلِاثْنَانِ فَمَا فَوقَهُمَا جَمَاعَةٌ'' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بعد وفاتِ رسول ا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر عمل کیا جیسا کہ مسند ابویعلی موصلی، ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی روایت سے معلوم ہوا اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں مذکور ہے اور یہی مذہب صحیح وقوی ہے کہ تکرارِ جماعت بلا کراہت جائز ہے اور فقہاء حنفیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ تکرارِ جماعت ساتھ اذان ثانی کے اس مسجد میں کہ امام و مؤذن وہاں مقرر ہوں مکروہ ہے اور تکرار اس کا بغیر اذان کے مکروہ نہیں۔ بلکہ امام ابو یوسف سے منقول ہے، کہ اگر جماعت ثانیہ ہیئت اولیٰ پر نہ ہو، تو کچھ کراہت نہیں اور محراب سے عدول کرنے سے ہیئت بدل جاتی ہے۔ فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی صفحہ : ۵۷۱ تا ۱۷۷، حنفی مذہب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو! (بحر الرائق شرح کنز الدقائق) ''شرح منیۃ المصلی'' اور ''طوالع الأنوار حاشیہ درالمختار'' وغیرہ۔ واضح ہو کہ حضرت ابن مسعود اور انس رضی اللہ عنہما کے اعمال میں سے چونکہ ہر ایک کو مرفوع روایات کی تائید حاصل ہے۔ لہٰذا دونوں طرح جواز ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''صلوۃ الجماعۃ تفضل صلاۃ الفذ... '' الخ عام ہے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ : صفحہ: 343

محدث فتویٰ